ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

اُردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ از شریف کنجاہی کا تجزیاتی مطالعہ

*محمد سخی خان

**ڈاکٹر عبد الواحد

***ڈاکٹر واصف لطیف

Abstract
Translations are playing an important role to convert the world into a global village. Urdu has a great ability to translate any kind of script. Heer Waris Shah is a famous poetic master piece of Punjabi language. Syed Waris Shah wrote it in 1766-67 and Sharif Kunjahi translated it into Urdu in 1991-92. It was the first Urdu translation of HeerWaris Shah. Shrif Kunjahi was an experienced translator and handled this difficult task very skillfully. This article is an over view of the abilities and translation skills of Sharif kunjahi. This article also discussed the Type and objectives of this translation.
Keywords: *Heer Waris Shah , Waris Shah, Punjabi Poet, Sharif Kunjahi, Translation, Translator.*

انسان کے علمی و ادبی ارتقا میں افراد یا اقوام کی انفرادی کاوشیں ناکافی ہیں اس لیے انسان فطری طور پر ایک دوسرے سے اخذ و استفادے کا عادی ہے۔ انسانی معاشرہ لسانی طور پر منقسم ہے۔ اس لیے علم و ادب کی تخلیق مختلف زبانوں میں ہوتی ہے۔ ترجمے کے ذریعے ایک زبان کا علم و ادب دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے۔ ترجمہ ہر زمانے میں اہم رہا ہے لیکن آج کی تیز رفتار انسانی ترقی کے دور میں ترجمے کی ضرورت و اہمیت میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ بقول اے۔ کے بروہی:

> "ہر وہ شخص جو کسی ایسی کتاب کو میرے لیے لائقِ حصول بناتا ہے جس کی زبان سے میں واقف نہیں، وہ مجھے اپنے ذہن کی محدود سرحدوں سے بالاتر ہونے کا موقع فراہم کر کے مجھ پر ساری زندگی کا احسان کرتا ہے۔" (1)

گویا مترجم مختلف زبانیں بولنے والوں کی ذہنی سرحدوں میں وسعت کا باعث بنتا ہے۔ ترجمہ مختلف ثقافتوں کے مابین قرب پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ زبانوں، ثقافتوں، ذہنی رجحانات اور جذباتی رویوں کا سفر ہی دراصل انسانی ارتقاء کی بنیاد ہے۔ ترجمہ فقط اصل کی نقل تیار کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ خود سے ایک فن ہے۔ بقول ظ۔ انصاری: "ترجمہ بجائے خود ایک مستقل علم ہے اور اس علم میں اضافہ بھی ہے۔" (2) ترجمہ علم تو ہے ہی مگر ساتھ ہی ساتھ مترجم کی طرف سے کسی حد تک اس علم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے اس علم کی وسعت بڑھ جاتی ہے۔ ترجمے کے ذریعے نہ صرف خیالات کا تبادلہ ہوتا ہے بلکہ اس سے زبانوں کو اظہار کے نئے قرینے مہیا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

---

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

**اسسٹنٹ پروفیسر اُردو، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

***لیکچرر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

"ترجموں کی اہمیت یہ ہے کہ ایک طرف تو اس کے ذریعے نئے خیالات زبان میں داخل ہوتے ہیں۔ جس سے ذہنی جذب و قبول کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دوسری طرف زبان کی قوت اظہار میں نئے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔" (3)

تراجم کے ذریعے مختلف زبانیں بولنے والے ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ جیلانی کامران کہتے ہیں: "ترجمہ اصل میں دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے مابین پل کا کام دیتا ہے۔" (4) تراجم کے ذریعے انسانی خیالات و احساسات جغرافیائی سرحدوں کے مقید نہیں رہے۔ ایک قوم یا ایک زبان بولنے والے گروہ کے تجربات دوسروں کے لیے رہنمائی کا سبب بنتے ہیں۔ آج کا انسان نت نئے تجربات سے آشنا ہو رہا ہے۔ خصوصاً سائنس کے میدان میں ترقی کی رفتار بہت تیز ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نئے علوم پر مبنی کتب کے تراجم کیے جائیں تا کہ ان علوم سے استفادہ کیا جائے۔ تراجم صرف سیاسی و معاشرتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ان کے ذریعے مختلف اقوام کے افکار سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں:

"اقوام کے درمیان لین دین اور افہام و تفہیم محض معاشی و سیاسی سطح پر نہیں ہوتی، فکری اور تہذیبی سطح پر بھی ہوتی ہے۔ اس سطح پر دیکھا جائے تو ترجموں کی اہمیت و وقعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔" (5)

تراجم کی بدولت نئی راہیں کھلتی ہیں۔ نئے خیالات اور نئی سوچ پیدا ہوتی ہے۔ شان الحق حقی کہتے ہیں کہ: "ہر اچھی کتاب کا ترجمہ ذہنی کشادگی کے علاوہ خود زبان میں بھی کشادگی اور اضافے کا باعث ہوتا ہے۔" (6)

ادبی تراجم اور ان کی اہمیت:

ادب دنیا کی ہر زبان میں تخلیق ہوتا ہے۔ تخلیق ادب کے جواز کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں کہ: "تخلیق ادب کے نمائندے تحریکِ تخلیق کے دباؤ کے تحت ادب تخلیق کرتے ہیں۔" (7) گویا ادب تخلیقی دباؤ کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔ ترجمے کا تحرک بھی اسی طرح کا ہے۔ ترجمہ کے جواز کے بارے میں ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں: "جواز خود تراجم کے اندر موجود ہوتا ہے.... وہ باتیں جو وہ خود نہیں کر سکتے انہیں ترجموں کی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔" (8) تخلیق کی طرح تراجم کا تحرک بھی مترجم کی ذات کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی کوئی خاص صورتِ حال کسی مترجم کو ترجمے پر اکساتی ہے۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں کہ: "مترجم ایک پابند شخص نہیں ہے بلکہ ایک پابند فنکار ہے، جو صرف اس وقت اطمینان کا سانس لیتا ہے جب دل کی راکھ انڈیلنے کو اسے ایک مناسب برتن مل جاتا ہے۔" (9) مرزا حامد بیگ کے خیال میں: "دنیا کی بہت سی معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں۔" (10) نظریات کا ایک خطے سے دوسرے خطے تک پہنچنا تراجم کے مرہونِ منت ہے۔ تراجم کے ذریعے دنیا کے مختلف خطوں تک وہ باتیں پہنچتی ہیں جو اس سے پہلے اس خطے کے لوگوں کے علم میں نہیں ہوتیں یا جن کے بارے میں اس خطے کے لوگوں کی معلومات محدود ہوتی ہیں۔

نثری و شعری ادب کے ترجمے سے جو اثرات سامنے آتے ہیں وہی دراصل اس ترجمے کے مقاصد ہوتے ہیں۔ تراجم کے اثرات زبان و ادب پر بھی پڑتے ہیں اور یہ اثرات انسانوں کی انفرادی یا اجتماعی زندگیوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ جہاں تک تراجم کے مقاصد کا تعلق ہے تو اس کے اہم مقاصد کسی بھی زبان کے ادب کو نئے موضوعات سے متعارف کرانا، اسے مختلف مفاہیم کی ادائیگی کے قابل بنانا، ایسے موضوعات جن پر طبع زاد تحریر سے سیاسی و معاشرتی مسائل پیدا ہونے کا امکان ہو ان موضوعات کو ترجمے کے ذریعے بیان کر دینا، کسی بھی زبان کے ادب کو نئی اصنافِ سخن سے

متعارف کرانا، نئے اسالیب تخلیق کرنا، زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا، ایسی زبان جو ناپید ہوتی جارہی ہو, اس کے ادب کو کسی ترقی پذیر زبان میں منتقل کر کے محفوظ بنانا۔ عالمی ادب کے شہرہ آفاق فن پاروں کو کسی بھی زبان کے قارئین سے متعارف کرانااور نظریات سے وابستگی کی بناپر ادبی تراجم کے ذریعے لوگوں کو ہم خیال بناناوغیرہ۔ ادبی تراجم طبع زاد نہ ہوتے ہوئے بھی کم اہم نہیں ہوتے۔ کسی ادبی فن پارے کے مترجم کے بارے میں ڈاکٹر مرزاحامد بیگ لکھتے ہیں کہ: "مترجم، خالق یاشاعر نہیں ہے بلکہ محض لفظوں کا ماہر ہے یعنی وہ خود کچھ نہیں کہناچاہتا۔ تاہم ہمیں اس تصور کی تردید کرنی چاہیے۔"(11)

ادب کے میدان میں ترجمے اور مترجم دونوں کو اہمیت حاصل ہے۔ تراجم کے ذریعے تازہ خیالات، اصناف، موضوعات، اسلوب اور استعارات متعارف ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل احمد خان کہتے ہیں: "ترجمہ ہمارے ادب کے خمیر میں شامل ہے...... تخلیقی ادب کی بہت سی اعلیٰ شکلوں کے پیچھے ترجمے یااخذ شدہ چیزوں کی چمک بھی موجود ہے۔" (12)تراجم کے ذریعے اردو ادب میں متعدد اصناف متعارف ہوئیں۔ ناول، ڈراما، افسانہ اور نظم وغیرہ جیسی اصناف انگریزی تراجم کی دین ہیں۔ غزل کی صنف فارسی سے آئی ہے۔ اسی طرح ہائیکو جاپانی زبان کی شاعری کی ایک صنف ہے۔ اردو ادب کے اسلوب پر بھی تراجم کی بدولت اثرات مرتب ہوئے۔ اردو ادب میں سادہ اور سلیس زبان کا استعمال تراجم کے سبب شروع ہوا۔ زبان کی ترقی اور نشوونما کے لیے دیگر زبانوں کی تقلید کرنا مفید اور ضروری ہے۔ انیس ناگی کہتے ہیں: "قومی عمل میں ترقی یافتہ زبانوں سے تعلق رکھنا اگرناگزیر نہیں توضروری ہے۔ اس لیے کوئی زبان تنہائی میں نشوونمانہیں پاسکتی۔" (13)تراجم نے عالمی ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ آج عالمی ادب جس مقام کو پہنچاہے اس میں تراجم نے بہت اہم کردار ادا کیاہے۔ اقوام کے ادب پر عروج وزوال آتا رہتاہے اور زوال کی سی صورت حال میں تراجم اپنا کردار نبھاتے ہیں۔ سید غفران الجیلی لکھتے ہیں:

"بصیرت رکھنے والی اقوام نے علمی و ادبی کارناموں کو اپنی ہی قومی زبان میں اور بہت جلد اقوامِ عالم میں اپنا مقام بلند کر لیا۔ جاپان اور چین کی مثالیں سامنے ہیں۔ فرانس، اٹلی اور جرمنی بھی اپنی ہی زبانوں میں علمی و ادبی کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ افریقہ اور برطانیہ تک دوسری زبانوں میں ہونے والے کاموں کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر لیتے ہیں۔" (14)

علم وادب کو اقوام کی مشترکہ میراث ماناجاتاہے۔ ترجمے کے عالمی تناظر سے متعلق ڈاکٹر مرزاحامد بیگ لکھتے ہیں:

"دنیابھر میں ترجمہ کے متعلق تقریباً982 جریدے شائع ہوتے ہیں۔......... کہاجاسکتاہے کہ دنیا کی کئی معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں۔"(15)

تراجم ادب کے ساتھ ساتھ ادیب کو بھی زبان وبیان کے نئے آہنگ اور اسالیب سے آشنا کرتے ہیں۔ خصوصاً ہمارے ہاں کے شعراء نے زبان وبیاں کے سلسلے میں فارسی سے کافی اثر لیا۔ فارسی تراکیب، استعارے، تشبیہیں اور بحور وغیرہ سے استفادہ عام رہاہے۔ بعض شعراء نے فارسی اشعار کے اتنے عمدہ تراجم کیے ہیں کہ ان پر ترجمہ کے بجائے تخلیق کا گمان ہوتاہے۔ مرزاغالب نے شیخ سعدی کا یہ شعر کتنی خوبصورتی سے ترجمہ کیا ہے:

گفتہ بودم غم دل با توبگویم چو بینائی
چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بینائی (شیخ سعدی)

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پہ رونق

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے (مرزا غالب) (16)

غالب کے تراجم کی بابت شان الحق حقی کہتے ہیں: "یہ بات درست نہیں کہ طباطبائی کی گور غریباں سے ترجمے کی ابتدا ہوئی اس کا آغاز مرزا غالب سے ہوا۔" (17) مرزا غالب کے علاوہ بھی متعدد شعراء نے فارسی سے اخذ و ترجمہ کیا۔ بقول ڈاکٹر مرزا حامد بیگ: "بڑا مترجم وہ ہے جو متمول زبانوں سے ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی اپنی غریب زبان کے رہے ہوئے کھانچے بھر جائیں۔" (18) زبانوں کے ارتقاء کی تاریخ بتاتی ہے کہ زبانیں ایک دوسرے سے مختلف انداز میں لین دین کرتی ہیں۔ زبانیں ایک دوسرے کو سہارا دیتی ہیں اور ساتھ ہی ایک دوسرے کی راہنمائی بھی کرتی ہیں۔

شریف کنجاہی کا اُردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ:

ہیر وارث شاہ پنجابی کلاسیکی شعری ادب کی ایک اہم داستان ہے۔ یہ داستان وارث شاہ نے 1180 ہجری بمطابق 67-1766 عیسوی میں مکمل کی۔ تقریباً ایک صدی تک وارث شاہ کا کلام قلمی نسخوں کی صورت میں محفوظ رہا۔ پھر چھاپہ خانے قائم ہونے کے بعد جب اس کے مطبوعہ ایڈیشن شائع ہوئے تو قارئین کی ضرورت کے پیشِ نظر اس کے متن کے ساتھ شرح و فرہنگ بھی شامل کی جانے لگیں۔ شریف کنجاہی نے اس اہم پنجابی داستان کا پہلا نثری اُردو ترجمہ کیا۔ شریف کنجاہی کا یہ اُردو ترجمہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی جلد 1991ء میں جب کہ دوسری جلد 1992ء میں اکادمی ادبیاتِ پاکستان اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ گویا شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کا یہ پہلا نثری ترجمہ 1992ء میں مکمل کیا۔ اس طرح اس داستان کی تکمیل اور اس کے پہلے نثری ترجمے تک کی درمیانی مدت تقریباً دو سو پچیس سال ہے۔ اتنی قدامت کی حامل پنجابی زبان میں گو کہ نمایاں تغیر نہیں ہے پھر بھی اس داستان کے کئی الفاظ و تراکیب کو سمجھنا خاصا مشکل کام ہے۔ شریف کنجاہی نے اس مشکل کام کو خاصی محنت سے مکمل کیا ہے۔

الف۔ اُردو نثری ترجمہ ہیر وارث شاہ کے مقاصد:

شعر و ادب کے تراجم کا بنیادی مقصد ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان تک پہنچانا ہے مگر پاکستانی زبانوں کے ادب کو پاکستان کی قومی زبان میں منتقل کرنے کے کچھ خصوصی مقاصد بھی ہیں۔ اس ترجمے کے ابتدائی صفحات میں "عرضِ ناشر" کے تحت افتخار عارف اس ترجمے کے مقاصد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اکادمی ادبیات پاکستان کے اشاعتی منصوبے کے تحت پاکستانی زبانوں اور ان کے ادب کی ترویج و فروغ کے ضمن میں مختلف سلسلے اشاعت و طباعت اور ترتیب و تدوین کے مرحلوں سے گزر رہے ہیں۔ قومی زبان میں دیگر پاکستانی زبانوں کے عظیم ادبی کارناموں کو منتقل کرنے کا کام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس پروگرام کے پہلے مرحلے میں شاہ عبداللطیف بھٹائی، خوشحال خان خٹک، جام درک اور وارث شاہ کے کلام کے تراجم پیش کیے جا رہے ہیں جو بلاشبہ ہمارے اجتماعی ادبی دھارے کے حوالے سے ایک قابل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ذکر قومی خدمت گردانی جائے گی۔ یہ منثور تراجم ادب کے ذریعے قومی یکجہتی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔" (19)

اکادمی ادبیات پاکستان نے قومی یکجہتی کے مقاصد کے تحت یہ ترجمہ کرایا تاکہ پاکستانی زبانوں کا منتخب ادب پاکستان کے اجتماعی ادبی دھارے میں شامل ہو سکے۔ اجتماعی ادبی دھارے میں پاکستانی زبانوں کے ادب کی شمولیت سے نہ صرف ہمارا اجتماعی ادب مضبوط ہو گا بلکہ ساتھ ہی پاکستانی زبانوں کے ادب کو بھی نئی زندگی ملے گی۔ یہی وہ مقاصد تھے جن کے تحت یہ ترجمہ کیا گیا۔

ب۔ ہیر وارث شاہ کے ترجمے کی ضرورت:

اکادمی ادبیات پاکستان نے جب پاکستانی زبانوں کے ادب کو قومی زبان اردو میں ترجمہ کرانے کا منصوبہ بنایا تو پنجابی ادب سے ہیر وارث شاہ کو ہی دوسرے تمام پنجابی ادب پر ترجیح دی گئی کیونکہ اس میں پنجاب کے لوگوں کی معاشی و معاشرتی زندگی، رسوم و رواج، جذبات و احساسات، مشاغل اور اس طرح کے پہلوؤں کی عکاسی کا عنصر دیگر تمام کلاسیکی پنجابی شعرا کے کلام کی نسبت زیادہ ہے۔ مترجم کے لیے دیگر زبانوں کا علم ضروری ہے اور شریف کنجاہی پنجابی، اُردو، انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ اس ترجمے سے قبل وہ انگریزی، عربی اور فارسی سے پنجابی اور پنجابی سے اُردو تراجم کر چکے تھے۔ زبانوں کی طرح موضوعات کے لحاظ سے بھی ان کے تراجم میں خاصی وسعت موجود ہے۔ انہوں نے ترجمے کے لیے مختلف موضوعات کا انتخاب کیا۔ بدیسی تحریروں میں برٹرینڈرسل کی کتاب "Road to Freedom" کا اُردو ترجمہ "آزادی کی راہیں" کے نام سے 1939ء میں کیا پھر آزاد سماج کے نام سے کروپاٹکن کی کتاب "Conquest of bread" کے ابواب "دولت"، "خوشی"، "ملکیت کا خاتمہ" اور "انارکسٹ فلسفہ حیات" کا ترجمہ کیا۔ 1977ء میں علامہ اقبال کی "جاوید نامہ" کا منظوم پنجابی ترجمہ اور بعد ازاں "علم الاقتصاد" کا پنجابی ترجمہ کیا۔ 1992ء میں "خطباتِ اقبال" کا پنجابی ترجمہ کیا۔ مذہبی موضوعات میں پنج سورہ کا منظوم پنجابی ترجمہ (1980)، نبی پاک ﷺ کے خطبے (پنجابی ترجمہ) اور قرآن مجید کا پنجابی ترجمہ دو جلدوں میں کیا۔ انہوں نے اس ترجمے سے قبل بابا فرید کی شاعری اور پنجابی شاعری کے انتخاب کو بھی پنجابی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔

ہیر وارث شاہ پنجابی زبان کی ایک طویل منظوم رومانوی داستان ہے جس کو پنجابی شعری ادب میں اہم مقام حاصل ہے۔ شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کا نثری اُردو ترجمہ کر کے ایک اہم کام سر انجام دیا ہے۔ ہیر وارث شاہ کو کئی لوگوں نے مرتب کیا تاہم ترجمہ کرتے وقت شریف کنجاہی نے شریف صابر اور شیخ عبد العزیز بار ایٹ لاء کے مرتب کردہ نسخوں کو مدِ نظر رکھا ہے۔

شریف کنجاہی نے اس ترجمے میں متن اور صاحب متن کا خیال رکھا ہے۔ جن الفاظ کو وہ سمجھ نہ پائے یا جہاں وارث شاہ نے بات کو دانستہ مبہم چھوڑ دیا وہاں الفاظ اور عبارت کو اسی طرح رہنے دیا۔ اس ترجمے میں حذف و اضافہ بہت کم ہے جو مترجم کی متن سے واقفیت کا ثبوت ہے۔ اسی لیے اکادمی ادبیات پاکستان نے اس ترجمے کے بارے کہا ہے کہ:

"پنجابی اُور اردو کے ممتاز و محترم شاعر اور محقق جناب شریف کنجاہی کا یہ سادہ اور دلنشین نثری ترجمہ پنجابی زبان سے براہِ راست واقفیت نہ رکھنے والے خواتین و حضرات کے لیے استفادہ کا ایک قابلِ اعتبار وسیلہ ہو گا۔" (20)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شاعری کا نثری ترجمہ کرنا مناسب تھا؟ مظفر علی سید کے مطابق رابرٹ فراسٹ نے کہا تھا کہ شاعری اس چیز کا نام ہے جو ترجمے سے باہر رہ جائے اور شبلی کے نزدیک شاعری کا ترجمہ کسی پھول کو کیمیاوی تجزیے کا حدف بنانے کے مترادف ہے۔ (21) ایلیٹ نے شاعری کے دوسری زبان میں ترجمے کو ناممکن کہا ہے۔ (22) شاعری کے منظوم تراجم کی طرح شاعری کے نثری تراجم کے حوالے سے ماہرین کی آرا مختلف نوعیت کی ہیں۔ شان الحق حقی شاعری کے نثری تراجم کے بارے میں کہتے ہیں: "نظم کا ترجمہ نثر میں میرے نزدیک محالات سے ہے کہ وہ جنس ہی اور ہو جاتی ہے۔ افادیت ہو تو ہو ادبیت باقی نہیں رہتی۔" (23)

مندرجہ بالا آراء کی رو سے شاعری کا منظوم یا منثور دونوں طرح کا ترجمہ نہیں ہو سکتا مگر کچھ ماہرین شاعری کے نثری تراجم کے حق میں بھی ہیں۔ جیلانی کامران کہتے ہیں کہ: "اگر شاعری کو شاعری میں ترجمہ کیا جاتا تو شیکسپیئر زندہ نہ رہتے۔" (24) اسی طرح نظیر صدیقی نے شاعری کے منظوم ترجمے کی بجائے نثری ترجمے کو بہتر خیال کیا ہے۔ (25) اس داستان کے منظوم تراجم کو زیادہ پذیرائی اس لیے نہ مل سکی کیونکہ یہ ایک طویل داستان ہے اور اس کے متن کی نوعیت ایسی ہے جس کی بنا پر پوری داستان کے ترجمے میں یکساں معیار برقرار رکھنا مشکل ہے۔ طویل بندوں کے لیے قوافی کا اہتمام اور ہیر وارث شاہ کی بحر میں اس کا اُردو ترجمہ کرنا آسان کام نہیں۔

وارث شاہ کی شاعری میں جس تہذیب کا احوال درج ہے اس کی نوعیت عمومی شاعری سے مختلف ہے۔ ان کی شاعری کے ترجمے کے تناظر میں ڈاکٹر سہیل احمد خان کا یہ قول مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی علاقائی زبان یا قریب کی تہذیب کی شاعری کا ترجمہ کرنا ہو تو نثری ترجمہ بہتر ہے۔ (26) ہیر وارث شاہ کی زبان علاقائی ہے اور تہذیب بھی قریب ہی کی ہے اس لیے یہ ترجمہ ڈاکٹر سہیل احمد خان کی رائے کے عین مطابق ہے۔ ہیر وارث شاہ پنجابی کلاسیکی ادب کی ایک اہم منظوم رومانوی داستان ہے مگر موضوعات کے لحاظ سے یہ داستان وارث شاہ کے زمانے کے معاشرے کی ایک جامع تصویر پیش کرتی ہے۔ وارث شاہ کی تصویر کشی کے بارے میں مظہر الاسلام لکھتے ہیں کہ:

> "انھوں نے دو طریقے استعمال کیے ہیں یعنی مصوری اور فوٹو گرافی...... مصوری میں مصور اپنے تخیلات کو بھی تصویر میں شامل کر دیتا ہے...... اس کے برعکس فوٹو گرافی حقیقت کا من و عن پر تو ہوتا ہے۔ آپ کیمرہ کو ایک جگہ فکس کر دیں، اس کے سامنے سے جو بھی گزرے گا، اس کی فوٹو من و عن ویسی ہی ہوگی۔" (27)

ہیر وارث شاہ مرقع نگاری کا نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی حیثیت بھی رکھتی ہے مگر اس کی اصل پہچان اور وجہ شہرت اس کی ادبیت ہے، اس طرح ہیر وارث شاہ کا یہ ترجمہ بنیادی طور پر ادبی تراجم کے زمرے میں آتا ہے۔ ہیر وارث شاہ کا متن اور ترجمہ، مقاصد کے لحاظ سے بھی دونوں ادبی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہیر وارث شاہ میں عام بول چال کی بامحاورہ پنجابی زبان استعمال کی گئی ہے۔ محاورے کے الفاظ میں لغوی معنوں کی بجائے مرادی معنوں کی دلالتیں موجود ہوتی ہیں۔ اس لیے محاورے کا لفظی ترجمہ محاورے کی کامل ترجمانی نہیں کر پاتا۔ محاورے کا ترجمے کرتے ہوئے بعض مترجم اس کا مفہوم بھی پیش کر دیتے ہیں لیکن ماہرین کی نظر میں ترجمے میں محاورے کے بدلے محاورہ لانا سب سے بہتر عمل ہے۔ شریف کنجاہی نے ہیر وارث شاہ کے ترجمے میں اکثر مقامات پر پنجابی محاورے کے بجائے اُردو محاورہ لانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مثلاً:

جے میں اُٹھ کے پان پت لاہ سٹاں، پہنچ ایہ نہ کسے گرانوں دائے (ہیر وارث شاہ، ص: 296)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

مندرجہ بالا مصرعے میں پنجابی زبان کا محاورہ "پان پت لاہ سٹن" موجود ہے۔ شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "اُٹھ کر میں اس کی ساری اکڑ خاک میں ملا دوں، یہ کون سا کسی جگہ کا پنچ ہے جو مجھے اس کا لحاظ ہو" (28) یہاں شریف کنجاہی نے "پان پت لاہ سٹاں" کا ترجمہ اُردو محاورے "اکڑ خاک میں ملانا" سے کیا ہے۔ ترجمے میں لایا گیا محاورہ مفہوم کے لحاظ سے اصل محاورے کے کافی قریب ہے۔ محاورے کے ترجمے کی ایک مزید مثال حسبِ ذیل ہے:

بھابی آکھدی گنڈیا منڈیا وے، اساں نال کیہ رکتاں چائیاں نیں (ہیر وارث شاہ، ص: 107)

اس مصرعے میں وارث شاہ نے پنجابی محاورہ "رکتاں چان" استعمال کیا ہے۔ شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا: "بھاوج نے کہا اے غنڈے منڈے! تو نے ہمارے ساتھ یہ کیا دانتا کلکل لگا رکھی ہے" (29) یہاں "رکتاں چان" کے متبادل اُردو محاورہ "دانتا کلکل لگائے رکھنا" استعمال کیا گیا ہے جس سے پنجابی محاورے کا مفہوم کافی حد تک ادا ہو گیا ہے۔ اس طرح کی ایک مزید مثال یوں بھی ہے:

جے میں ہتھ لاواں، سروں لاہ لیندی، چا گھتدی چیک چہاڑی وو (ہیر وارث شاہ، ص: 445)

اس مصرعے میں پنجابی محاورہ "چیک چہاڑی گھتن" استعمال ہوا ہے۔ اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا گیا: "لیکن میں ہاتھ بھی لگاتا ہوں تو بگڑ جاتی ہے اور شور وواویلا مچانے لگتی ہے۔" (30) اس ترجمے میں "چیک چہاڑی گھتن" اور اس کے ترجمہ "شور وواویلا مچانا" کا مفہوم یکساں ہے۔

بعض اوقات ایک زبان کے الفاظ، محاورات اور تراکیب کے متبادل دوسری زبان میں مترادف موجود نہیں ہوتے۔ ایسی صورت میں مترجم لفظی ترجمے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ شریف کنجاہی کو بھی کئی مقامات پر لفظی ترجمے کا سہارا لینا پڑا۔ مثال کے طور پر:

یا دربّ دی چھڈ کے کراں جھاڑے، ڈھونڈاں اُڈدیاں چھڈ کے پھاہیاں نوں (ہیر وارث شاہ، ص: 444)

"پھاہیاں چھڈ کے اُڈدیاں ڈھونڈن" کے مترادف انگریزی ضرب المثل ہے کہ: "A bird in hand is better than two in the bush." اس مصرعے کے ترجمے میں شریف کنجاہی نے لفظی ترجمے پر اکتفا کرتے ہوئے لکھا: "جال میں آئیوں کو چھوڑ کر اڑتیوں کو پکڑنے لگوں۔" (31)

لفظی ترجمے کی ایک مزید مثال حسبِ ذیل ہے:

راوَراجے تے ویدتے دیو پریاں، سبھ اوس تھوں ہتھ وکھانودے نیں (ہیر وارث شاہ، ص: 440)

اصل متن کے مطابق "ہتھ وکھاون" سے مراد "طبی معائنہ کرانا" ہے۔ شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا: "(سنا ہے) راؤ راجے اور وید ہی نہیں، دیو پریاں بھی اس کو اپنا ہاتھ آن کر دکھاتے ہیں۔" (32) اُردو میں "ہاتھ دکھانا" سے مراد "دھوکہ دینا" لیا جاتا ہے۔ اس ترجمے سے یہاں محاورے کا درست مفہوم واضح نہ ہو سکا۔ اس ترجمے میں شریف کنجاہی نے کئی مقامات پر محاورے کے بعض الفاظ کو بدلنا مناسب نہ سمجھا۔ مثال کے طور پر:

ایتوار نہ پچھیا کھیڑیاں نے، جوگی آندا سیس مناونے نوں (ہیر وارث شاہ، ص: 451)

یہاں "ایتوار نہ پچھنا" کا ترجمہ کرتے ہوئے شریف کنجاہی نے "کھیڑوں نے ایتوار نہ پوچھا" ہی لکھا ہے تاہم فٹ نوٹ میں لکھا کہ "اتوار نہ پوچھنا" کسی نیک دن کے شگون کا انتظار نہ کرنا۔" (33) اسی طرح بعض مقامات پر شریف کنجاہی کو مصلحتاً پورا جملہ بھی پنجابی ہی میں لکھنا پڑا۔ مثال کے طور پر:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

اگوں لین آئیاں سیاں وو ہٹڑی نوں، "جے توں آنڈری وے ویرا" گائیو نیں (ہیر وارث شاہ، ص: 221)

شریف کنجاہی نے اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا ہے: "دلھن کے استقبال کو گاؤں سے لڑکیاں 'جے توں آنڈری وے ویرا' گاتی ہوئی نکل آئیں۔" (34)اس مصرعے میں وارث شاہ نے دلہن کے استقبال کے لیے گائے جانے والے ایک گیت کا ذکر کرتے ہوئے گیت کے نام کے طور اس کے بول "جے توں آنڈری وے ویرا" لکھے ہیں اس لیے مترجم کے لیے پنجابی گیت کے نام کے اُردو معنی لکھنا لازم نہ تھا۔

شریف کنجاہی نے اس ترجمے میں متعدد مقامات پر اسماء اور اصطلاحات کا ترجمہ کرنے کی بجائے ترجمے میں اصل متن کے الفاظ ہی درج کیے ہیں۔مثال کے طور پر:

بنھ سرے تے واہل تیار ہویا، ترت ٹھلنے دا سمیان کیتا (ہیر وارث شاہ، ص: 121)

اس مصرعے کا ترجمہ یوں کیا گیا: "وہ سر پر واہل باندھ کر دریا میں اترنے کو آمادہ ہو گیا۔" (35) یہاں پر پنجابی لفظ "واہل" کا ترجمہ کرنے کی بجائے اسے جوں کا توں ترجمے میں شامل کیا گیا ہے۔سردار محمد خان کی مرتبہ لغت میں "واہل" کے معنی "کھوکھلا، چکنی مٹی اور بال" درج ہیں۔(36) جب کہ تنویر بخاری نے لغت میں اس لفظ کا مطلب "تیراک کے سر پر بندھے کپڑے" لکھا ہے۔ (37)سیاق وسباق کے لحاظ سے تنویر بخاری کی مرتبہ لغت میں "واہل" کے درج معنی ہی درست معلوم ہوتے ہیں۔اسی طرح کی ایک مزید مثال یوں بھی ہے:

گردن کونج دی، انگلاں روانہہ پھلیاں، ہتھ کولڑے برگ چنار وچوں (ہیر وارث شاہ، ص: 127)

اس مصرعے کے ترجمے میں شریف کنجاہی نے "روانہہ پھلیاں" کو "روانہہ پھلیاں" ہی لکھا ہے۔(38) "روانہہ پھلیاں" دراصل لوبیا کو کہتے ہیں جسے "روانس" بھی کہا جاتا ہے۔

شریف کنجاہی نے متعدد مقامات پر اصطلاحات اور اسماء کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔اُردو ترجمہ ہیر وارث شاہ میں "چھوپے"، "بھورے"، "دھر پد"، "سوہے" وغیرہ کا ترجمہ کرنے کے بجائے انھیں اپنی اصل شکل یا معمولی تبدیلی کے ساتھ ترجمے میں شامل کیا ہے(39) کیوں کہ مخصوص پسِ منظر کے حامل الفاظ کو بدلنے سے اصل متن کی ترجمانی کا عنصر دب جاتا ہے۔اُردو اور پنجابی میں الفاظ کے لین دین کا رجحان معمول کی بات ہے نیز الفاظ کا لین دین زبانوں میں وسعت کا سبب بھی بنتا ہے۔

شریف کنجاہی نے اپنے ترجمے میں پنجابی زبان کے کئی عمدہ اُردو متبادل بھی تلاش کیے ہیں جو ان کی زبان دانی اور ترجمے کے فن سے آگہی کی عکاسی کرتے ہیں۔مثال کے طور پر:

وارث شاہ بھنبھوت کس کڈھیائی، کتھوں نکلی پوجنی اگ ہے وے (ہیر وارث شاہ، ص: 301)

شریف کنجاہی نے اس مصرعے میں "کس کڈھیائی" اور "کتھوں نکلی" کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا: "وارث شاہ یہ بھبھوت ملنے کی رسم کس کی ایجاد ہے اور آگ پوجنا کہاں سے چلا" (40)ایک اور جگہ "توں کون ہنائیں" کا ترجمہ "تو کس باغ کی مولی ہے" کیا۔ (41) اس طرح کے تراجم کسی مترجم کے ترجمے کو لفظی ترجمے کی سطح سے بلند کر کے بامحاورہ ترجمہ بنا دیتے ہیں۔شریف کنجاہی نے تراکیب کے ترجمے کے لیے کئی خوبصورت اردو تراکیب بھی استعمال کی ہیں۔مثال کے طور پر:

کوئی اساں جیہا ولی سدھ ناہیں، جگ آنودا نظر ظہور جیہا (ہیر وارث شاہ، ص: 300)

یہاں "ولی سدھ" کی ترکیب کا ترجمہ "راست کار ولی" کیا گیا ہے۔ (42) اسی طرح ایک جگہ "سُن سمادھ" کی ترکیب کا ترجمہ "شہر خاموشاں" کیا ہے۔ (43) لفظ "سن" کے لغوی معنی "خاموشی اور سنسان جگہ" کے ہیں۔ سنیاسیوں، جوگیوں اور راجاؤں کے مدفن کو "سمادھی" کہتے ہیں۔ (44) "سن سمادھ" کے الفاظ خاموشی اور تنہائی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ (45)

شریف کنجاہی کے اس ترجمے میں وارث شاہ کے استعمال کیے گئے پنجابی الفاظ کے لیے اُردو کے مترادف الفاظ استعمال کرنے کا رجحان زیادہ نظر آتا ہے۔ بعض جگہ پر پنجابی محاورے کی جگہ اُردو محاورے بھی درج کیے گئے لیکن بیشتر پنجابی محاروں کا لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔ کئی جگہ صرف مصرعوں کا مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ بعض مقامات پر مترجم نے متن میں اصلاح کے نام پر کچھ تبدیلیاں بھی کی ہیں۔ اسماء کا ترجمہ کرنے کی بجائے ان کو جوں کا توں ترجمے میں شامل کیا گیا ہے۔ بعض اسماء کو قدرے بدل کے ترجمے میں شامل کیا ہے۔ داستان کے ڈرامائی انداز کے مکالموں کا بھی اکثر جگہ پر لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ بہت حد تک لفظی ہے اور اس میں متن کی پیروی کی گئی ہے۔

اس ترجمے کا بنیادی مقصد جیسا کہ ناشر نے اس ترجمے کے آغاز پر "عرضِ ناشر" میں لکھا ہے، قومی یکجہتی ہے اور پاکستانی زبانوں کے ادب عالیہ کو قومی ادبی دھارے میں لانا ہے، لہٰذا اس ترجمے سے ہیر وارث شاہ کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔

ہیر وارث شاہ کے متن کی زبان میں پنجابی زبان کے تقریباً تمام لہجے اور ذیلی بولیاں بھی شامل ہیں اس لیے پنجابی زبان جاننے والوں کے لیے بھی اسے مکمل طور پر سمجھنا آسان نہ تھا، اس لیے اس ترجمے نے اس داستان کو سمجھنے میں آسانی پیدا کی ہے۔ چنانچہ یہ ترجمہ مقاصد کے حصول کے لحاظ سے کامیاب ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ترجمہ ہیر وارث شاہ کے نثری تراجم کے آغاز کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوا اور اس کی تقلید میں اب تک متعدد تراجم منظر عام پر آچکے ہیں۔

ایک صدی قبل اُردو زبان کی ترجمے کی صلاحیت پر اٹھنے والے سوالات کو لاتعداد اُردو تراجم نے بے بنیاد ثابت کیا ہے۔ شریف کنجاہی کی یہ کاوش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ فنی لحاظ سے ہیر وارث شاہ کا یہ پہلا نثری اُردو ترجمہ ایک انتہائی اہم دستاویز ہے جس سے ہیر وارث شاہ کے نثری ترجمے کی مزید راہیں کھلیں گی۔ پاکستانی زبانوں کے ادب کو قومی دھارے میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ پنجابی کے علاوہ دیگر پاکستانی زبانوں کے کلاسیکی اور لوک ادب کے اردو تراجم کیے جائیں تاکہ پاکستانی زبانوں کے ادب کا حسن قومی سطح پر نظر آئے۔

حوالہ جات

1۔ اے۔ کے بروہی، ادبی زاویے، کل پاکستان اہل قلم کانفرنس 1983ء کے مقالات کا مجموعہ، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 1984ء، ص: 178,180۔

2۔ ظ۔ انصاری، ترجمے کے بنیادی مسائل (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، نثار احمد قریشی (مرتبہ) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء، ص: 102۔

3۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تنقید اور تجربہ، لاہور: یونیورسل بکس اُردو بازار، بار دوم، 1988ء، ص: 107۔

4۔ جیلانی کامران، پروفیسر، ترجمے کی ضرورت (مضمون) مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، نثار احمد قریشی (مرتبہ)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء، ص: 26۔

5۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، افسانوی ادب کے تراجم (مضمون)، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، اعجاز راہی (مرتبہ)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1986ء، ص: 198۔

6۔ شان الحق حقی، ادبی تراجم کے مسائل (مضمون)، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: 222۔

7۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، ترجمہ تالیف تلخیص اور اخذ کرنے کا فن (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، ص: 65۔

8۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، ترجمہ تالیف تلخیص اور اخذ کرنے کا فن، ص: 66۔

9۔ حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1985ء، ص: 8۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

10۔ حامد بیگ، مرزا،ڈاکٹر، مغرب سے نثری تراجم، ص: 18۔

11۔ ایضاً، ص:10,11۔

12۔ سہیل احمد خان،ڈاکٹر، ترجمہ تالیف، تلخیص اور اخذ کرنے کا فن، ص: 67۔

13۔ انیس ناگی، ترجمے کی ضرورت (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، ص: 32۔

14۔ غفران الجیلی، سید، فن ترجمہ کے اصول ومبادیات (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، ص: 81۔

15۔ مغرب سے نثری تراجم، ص: 18۔

16۔ احمد فخری، حاجی، دور تراجم، (مضمون)، مشمولہ، ترجمہ روایت اور فن، ص: 48۔

17۔ شان الحق حقی، ادبی تراجم کے مسائل (مضمون)، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص:218۔

18۔ حامد بیگ، ڈاکٹر، مرزا، ترجمے کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1987ء، ص: 43۔

19۔ افتخار عارف، عرضِ ناشر، مشمولہ: ہیر وارث شاہ (نثری اُردو ترجمہ)، جلد اول، اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان، 1991ء، ص: 7۔

20۔ افتخار عارف، عرضِ ناشر، مشمولہ: ہیر وارث شاہ (نثری اردو ترجمہ)، جلد اول، ص: 8۔

21۔ مظفر علی سید، فنِ ترجمہ کے اصول (مضمون)، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: 40۔

22۔ آل احمد سرور، تراجم اور اصلاح سازی کے مسائل (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، ص: 164۔

23۔ شان الحق حقی، ادبی تراجم کے مسائل (مقالہ)، مشمولہ، اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: 218۔

24۔ جیلانی کامران، پروفیسر، شعری ادب کے تراجم کے مسائل اور مشکلات (مضمون)، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: 229۔

25۔ نظیر صدیقی، گفتگو، مشمولہ: اُردو زبان میں ترجمے کے مسائل، ص: 102۔

26۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر، ترجمہ، تالیف، تلخیص اور اخذ کرنے کا فن (مضمون)، مشمولہ: ترجمہ روایت اور فن، ص: 72۔

27۔ مظہر الاسلام، دیباچہ، ہیر وارث شاہ اُردو ترجمے کے ساتھ، تنویر بخاری، مترجم، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2013ء، ص: 22۔

28۔ شریف کنجاہی، مترجم، نثری اُردو ترجمہ ہیر وارث شاہ، اسلام آباد: اکادمی ادبیاتِ پاکستان، 1992ء، ص: 343۔

29۔ شریف کنجاہی، مترجم، نثری اُردو ترجمہ ہیر وارث شاہ، ص: 45۔

30۔ ایضاً، ص: 501۔

31۔ ایضاً، ص: 600۔

32۔ ایضاً، ص: 594۔

33۔ ایضاً، ص: 611۔

34۔ ایضاً، ص: 219۔

35۔ ایضاً، ص: 66۔

36۔ سردار محمد خان، مرتب، پنجابی اُردو ڈکشنری، لاہور، پاکستان پنجابی ادبی اکیڈمی، 2009ء۔

37۔ تنویر بخاری، مرتب، پنجابی اُردو لغت، دوسرا ایڈیشن، لاہور، اُردو سائنس بورڈ 299 اپر مال، 2000ء۔

38۔ نثری اُردو ترجمہ ہیر وارث شاہ، ص: 76۔

39۔ ایضاً، ص: 128-119۔

40۔ ایضاً، ص: 351۔

41۔ ایضاً، ص: 370۔

42۔ ایضاً، ص: 349۔

43۔ ایضاً، ص: 254۔

44۔ فیروز الدین، الحاج مولوی، مرتب، فیروز اللغات اُردو جدید، لاہور، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 2007ء۔

45۔ تنویر بخاری، مرتب، پنجابی اُردو لغت، دوسرا ایڈیشن۔